شریعت وطریقت کا تقابلی جائزہ(کشف المحجوب کی روشنی میں)

Comparative Analysis of Shariah and Tariqa in the light of Kashf al-Mahjoob

Muhammad Ramzan Najm Barvi
Assistant Prof.
Department of Arabic and Islamic Studies, The University of Faisalabad:
muhammad.ramzan@tuf.edu.pk

Abstract:

Kashf-al-Mahjoob by "Ali bin Usman Hujveri (d564AH) is an authentic book on Tafawwuf. This article discusses the view point of Ali bin Usman regarding Shariah and Tariqa. He narrated the biography of those sufies who were congregator of Quran and Sunnah and argued that Tariqa depends on Shariah. He has quoted verses of Quran and hadith in support of the view point. The article analyses the arguments mentioned in the book and concludes that Shariah (Islamic Law) and Triqa (Islamic mystism) both are reciprocal and correlated with each other. Shariah is considered as mother of Tariqa and Tariqa is termed as subordinate to it. In the light of Tasawuf, there is no concept of Tariqa without Shariah.

Keywords: Islamic Law, Tariqa, Tasawwuf, Kashf al-Mahjoob, Ali bin Usman.

اللہ تعالیٰ نے انسان کو بطورِ خاص اپنی عبادت و معرفت کے لیے پیدا فرمایا اور اسی وجہ سے یہ اشرف المخلوقات ٹھہرا ہے۔ یہ جذبہ انسان کی فطرت میں شامل ہے کہ وہ اپنے خالق کی معرفت کا حصول اور اس کی پیروی کرنا چاہتا ہے۔ جیسے جیسے انسان معرفتِ الٰہی میں بڑھتا چلا جاتا ہے ویسے ویسے اس میں جذبہ اطاعت بھی افزوں ہوتا جاتا ہے۔ اللہ جل شانہ نے اپنے اس شاہکار تخلیق کو ان دونوں عبادت و معرفت کے فطری میدانوں میں بے ہدایت نہیں چھوڑا بلکہ اپنی جانب سے احکام و فرائض اور ان کی عملی صورت پیش کرنے کے لیے انبیاء و رسل کا ایک سلسلہ جناب آدم علیہ السلام سے شروع فرما کر مفخرِ رسالت جناب سیدنا محمد مصطفی ﷺ پر ختم فرما دیا ہے تا کہ انسان ان دونوں میدانوں میں گمراہی کا شکار نہ ہو چنانچہ دو طریقے شریعت

وطریقت انسانی ہدایت وراہنمائی کے لیے دو مختلف علوم وفنون کے طور پر وجود میں لائے گئے ہیں۔ جن میں سے شریعت زیادہ تر اطاعت وفرمانبرداری اور عبادت واتباع شعاری سے متعلق فرائض کی تفصیلات سے بحث کرتی جبکہ طریقت، معرفت قربِ الٰہی اور اس کی تفصیلات کے متعلق راہنمائی بہم فراہم کرتی ہے۔

شریعت وطریقت کا باہمی تعلق کیاہے۔ اس باب میں علماء ربانیین اور اربابِ طریقت نے اتفاق کیا ہے کہ یہ دونوں باہم مربوط ومنسلک ہیں اور کوئی بھی دوسرے کے بغیر مکمل نہیں، اور جن لوگوں نے ان کے درمیان تخالف وتباین ثابت کرنے کی کوشش کی، فریقین نے اُس کے اس قول کو مردود قرار دیاہے:

برصغیر کی معروف روحانی شخصیت حضرت علی بن عثمان ہجویری گنج بخش (۴۶۵ھ) نے اپنی معروف تصنیف تصوف کشف المحجوب کو ان دونوں علوم شریعت وطریقت سے آراستہ کیاہے اور ان کے باہمی تعلق کو پوری کتاب میں جابجاذکر کیاہے۔

اس سلسلے میں مختلف ائمہ طریقت کے اقوال کو نقل کرکے اس کی توضیح وتشریح کی صورت میں حضرت گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے نظریہ اور اپنی فکر کا بھی ساتھ ساتھ اظہار کیاہے۔ اسلام کے دور اول میں شریعت وطریقت کا علیحدہ علیحدہ تصور نہیں تھابلکہ شریعت ہی پر عمل مقصد زیست سمجھا جاتا تھااور اسی شریعت کی باطنی صورت کسی الگ نام سے متعارف ہونے کے بجائے اسی نام سے اپنی تمام تر حقیقتوں کے ساتھ صحابہ کرام میں جلوہ فرما تھی۔ لیکن بعد کے علماء ربانیین نے شریعت کے باطنی فیوض وبرکات اور ظاہر احوال وکیفیات کو ایک دوسرے نام سے موسوم کیا۔ یہ اُن حضرات کی علم میں شان علو اور بلند مرتبہ کی دلیل ہے اور اس کانام طریقت، تصوف، علمِ معرفت وحقیقت کانام تجویز ہوااور یہ مختلف نام مختلف باطنی مراتب ومدارج پر دلالت کرتے ہیں جس سے ثابت ہوتاہے کہ طریقت شریعت ہی سے مستنبط اور ماخوذ ہے۔ البتہ وجود کے اعتبار سے شریعت اول اور طریقت ثانوی ہے۔

دیگر علماء طریقت کی طرح حضرت علی بن عثمان الہجویری گنج بخش نے اپنی معروف زمانہ کتابِ تصوف، کشف المحجوب میں طریقت وشریعت کے باہمی تعلق کو جابجا اپنے نظریے اور دیگر ائمہ طریقت وشریعت کے اقوال کی روشنی میں واضح کیاہے۔ اس کتاب میں بجاطور پر طریقت وشریعت کے باہمی تعلق اور

ان کے درمیان تقابل کو سمجھا اور پڑھا جا سکتا ہے۔ کشف المحجوب طریقت کی وہ کتاب ہے جس پر مابعد کے جملہ علماء شریعت و طریقت متفق ہیں اور اس کی حیثیت دونوں مکاتب فکر کے ہاں مسلمہ ہے۔

کشف المحجوب میں شریعت و طریقت کے تقابلی مطالعہ سے ثابت ہوتا ہے کہ حضرت گنج بخشؒ نے طریقت کو شریعت کی روح لیکن اپنی صحت میں شریعت کے تابع قرار دیا ہے ذیل میں ان دونوں کے باہمی تعلق کو مختلف مقامات کی روشنی میں واضح کیا جاتا ہے۔

فضیلت علم کے باب میں آپ لکھتے ہیں کہ عمل کے لیے علم کا ہونا ضروری ہے جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "المتعبد بلا فقه كا لحمار في الطاحونة" [1] فقہ (شریعت) کے بغیر عالم کی مثال ایسی ہی ہے جیسے گدھا کولہو پر کہ جس قدر بھی وہ گھومتا رہے وہیں کا وہی رہتا ہے۔

یعنی خود اُسے تو کوئی فائدہ نہیں ہوتا مگر دوسرے اس کے ان چکروں سے فائدہ حاصل کرتے ہیں۔ یہ کس قدر حرماں نصیبی ہے کہ انسان خود اپنی متاع علم سے محروم رہے اور دوسرے لوگ اُس سے فیض یاب ہوتے رہیں۔ یہ بات جمادات، نباتات اور دیگر غیر ناطق حیوانات کے لیے تو درست ہے جنہیں اس خلق ناطق کی خدمت کے لیے پیدا کیا گیا ہے لیکن انسان کے شرف اور مقصد تخلیق کے خلاف ہے کیونکہ انسان کائنات اور خود اپنی ذات میں غور و فکر کے ساتھ اپنے خالق کی معرفت اور اس کی عبادت کے لیے پیدا کیا گیا ہے۔

حضرت ہجویری لکھتے ہیں کہ:

"بعض لوگ علم (شریعت) کو عمل (طریقت) اور بعض عمل کو علم سے افضل قرار دیتے ہیں یہ دونوں درست نہیں کیونکہ علم بلا عمل حقیقت میں علم ہی نہیں اور عمل بھی بلا علم حقیقت میں عمل نہیں اور اس پر دلیل قرآن حکیم کی یہ آیت ہے: " نَبَذَ فَرِيْقٌ مِّنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ كِتٰبَ اللّٰهِ وَرَآءَ ظُهُوْرِهِمْ كَاَنَّهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ" [2]

---

[1] ۔ گنج بخش، علی بن عثمان، ہجویری، (۴۶۵ھ) کشف المحجوب، لاہور: مکتبہ نوریہ رضویہ، ۱۴۳۵ھ، ص: ۱۴

[2] ۔ البقرہ: ۲: ۱۰۱

(اس آیت میں بے عمل عالم کو علماء کی فہرست سے خارج کر کے اس کے علم کی نفی کر دی گئی ہے۔ مذکورہ قول میں علم سے مراد شریعت اور عمل سے مراد طریقت لیے جائیں تو ان کے باہمی ربط کی خوب وضاحت ہو جاتی ہے۔)"[3]

اس تسلسل میں کہ علم سے مراد شریعت اور عمل سے مراد طریقت ہے حضرت گنج بخشؒ نے خواجہ ابراہیم بن ادہم کا جو واقعہ ذکر کیا ہے وہ اس کی مزید وضاحت کرتا ہے:

"حضرت ابن ادہم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے ایک پتھر دیکھا جس پر لکھا ہوا تھا کہ اسے الٹا کر دیکھئے جب اُسے الٹا کر دیکھا تو دوسری جانب لکھا ہوا تھا "انت لاتعمل بماتعلم فکیف تطلب مالاتعلم" جب تم اپنے علم پر عمل نہیں کرتے تو پھر غیر معلوم کا علم حاصل کرتے کیوں ہو۔"[4]

یعنی علم کا مقصد عمل ہوتا ہے دوسرے لفظوں میں شریعت کا مقصد ہی طریقت ہوتا ہے۔ تو جب شریعت اور طریقت جدا ہو جائیں تو شریعت، شریعت نہیں رہتی اور طریقت، طریقت نہیں رہتی۔

اس کے لیے جناب انس ابن مالکؓ کا یہ قول بھی حضرت ہجویریؒ نے کشف المحجوب میں نقل فرمایا ہے کہ "محض نقل و روایتِ علم جہالت ہے۔ جس علم کا مقصد صرف روایت کرنا اور دوسرے لوگوں کی طرف نقل کرنا ہو اور اُس پہ عمل کرنا مقصود ہی نہ ہو تو وہ علم اپنی مقصدیت کھو بیٹھتا ہے آپ کا قول ہے :"همة العلماءالدرايةُ وهمةُ السفهاءِالروايةُ۔"[5]

طریقت کا مقصد اولین ہی معرفت خداوندی اور مقامات (قرب الٰہی) کو حاصل کرنا ہے۔ حضرت ہجویری کہتے ہیں کہ:

3۔ گنج بخش، کشف المحجوب، ص:۱۲

4۔ گنج بخش، کشف المحجوب، ص:۱۲

5۔ ایضاً

"حقیقت یہ ہے کہ علم سے بڑھ کر کوئی مرتبہ نہیں کیونکہ علم کے بغیر انسان کے لیے حق تعالیٰ کی ذات وصفات کو جاننا ممکن ہی نہیں اور یہ علم ہی ہے جس کے ذریعے انسان تمام مقامات حاصل کرتا ہے۔[6]

کبھی تو علم سے عمل کی راہ کھلتی ہے اور کبھی عمل سے مزید علم حاصل ہوتا ہے جیسے غور و فکر، مراقبہ، مجاہدہ اور ریاضت سے مزید حقائق کے ابواب وا ہوتے جاتے ہیں اور یہ انکشاف بھی ایک علم ہی ہے۔ ایک صوفی مراقبات سے یا کشف سے جو کچھ حاصل کرتا ہے وہ بھی ایک خام علم ہوتا ہے تو اس کی صحت کے لیے اُسے شریعت یا مقاصد شریعت یعنی آخذِ سنت پر پیش کیا جاتا ہے اگر تصدیق ہو جائے تو وہ علم حقیقی اور ظن غالب یا قریب قطعی ہو جاتا ہے ورنہ ظن و گمان کی حیثیت میں رہتا ہے۔

شریعت علم طریقت و معرفت کے لیے معیار اور کسوٹی ہے اور طریقت کا علم، علمِ مشاہدات، علمِ کشف وغیرہ اپنے ثبوت، صحت اور درستی کے لیے شریعت کے محتاج ہیں جبکہ علم شریعت عمل میں تو طریقت کا محتاج ہو سکتا ہے اگر طریقت بمعنی عمل ہو لیکن اپنے ثبوت، وجود اور صحت میں طریقت کا محتاج نہیں۔

اس مضمون کی تائید نبی کریم ﷺ کی اس دعا سے ہوتی ہے جسے حضرت علی ہجویری نے اپنے اسی موقف کی تائید میں ذکر کیا ہے: "اللھم انی اعوذبک من علم لا ینفع۔" ([7])

حضرت گنج بخشؒ وقت کی جو کہ ایک روحانی کیفیت ہے؛ علم ہی کی قسم قرار دیتے ہیں اور اس کیفیت کا حامل تمام امور کے ظاہری و باطنی پہلوؤں کو سمجھ سکتا ہے۔ آپ لکھتے ہیں کہ علمِ وقت کی دو قسمیں ہیں اصل اور فرع اور پھر اصل کے دو پہلو ہیں۔ ظاہری اور باطنی۔ ظاہری پہلو تو کلمہ شہادت ہے یعنی توحید و رسالت کا اقرار اور باطنی پہلو معرفت حق ہے۔ ([8])

تو اس ظاہری پہلو کو شریعت اور باطنی پہلو کو طریقت بھی کہا جا سکتا ہے اس سے ثابت ہوتا ہے کہ شریعت و طریقت یا ظاہر و باطن دونوں ایک حقیقت کی دو شاخیں، دو جزو یا دو قسمیں ہیں جن کے مجموعے کو

---

[6]۔ ایضاً

[7]۔ ابن ماجہ، محمد بن یزید، سنن ابن ماجہ، باب الانشاع بالعلم والعمل بہ رقم: ۲۵۰، دار الحیاء الکتب العربیہ

[8]۔ ایضاً، ص: ۱۳۰۔ ۱۴

حقیقت کہا جا سکتا ہے آپ کے نزدیک فرع کا بھی ایک ظاہر ہے اور ایک باطن اس کا ظاہر یہ ہے کہ شریعت پر عمل کیا جائے اور باطن یہ ہے کہ نیت کو خالص اور صحیح رکھا جائے۔ ظاہر اور باطن ایک دوسرے کے بغیر ناممکن ہیں وہ ظاہر جس کے ساتھ اُس کا باطن نہ ہو تو یہ نفاق ہے اور وہ باطن جس کے ساتھ اُس کا ظاہر نہ ہو تو یہ زندقہ ہے۔[9]

جناب حضرت علی ہجویریؒ نے شریعت و طریقت کے جو ارکان بیان کیے ہیں اُن پر غور کرنے سے واضح ہوتا ہے کہ یہ دونوں ایک دوسرے کے ساتھ ساتھ چلتے ہیں۔

حضرت گنج بخشؒ اپنے موقف کی تائید میں حضرت محمد بن فضیل بلخیؒ کا یہ قول نقل کرتے ہیں کہ علم کی تین قسمیں ہیں۔ علم من اللہ علم مع اللہ اور علم باللہ علم من اللہ سے مراد شریعت۔ علم مع اللہ سے مراد حق تعالیٰ تک رسائی ہے اور علم باللہ سے مراد معرفت الٰہی ہے۔[10]

جس کا نتیجہ یہ ہے کہ شریعت و طریقت دونوں آپس میں قسیم اور علم کی اقسام ہیں اور علم ان کا مقسم ہے۔ تو اس اعتبار سے بھی یہ دونوں دو جزء ہیں جن سے مل کر ایک حقیقت ترتیب پاتی ہے۔

جناب ابو علی ثقفیؒ کا یہ قول ہے۔ "العلمُ حیاةُ القلبِ عن الجهلِ ونورُالعينِ من الظلمة" اس کی توضیح میں حضرت ہجویری لکھتے ہیں:

"جس شخص کو علم معرفت حاصل نہ ہو تو وہ جہالت کی موت سے گویا مردہ ہے اور جسے علم شریعت حاصل نہ ہو اُس کا دل جہالت کی وجہ سے بیمار ہے۔ چنانچہ کفار کے دل مردہ اور غافلوں کے دل بیمار ہوتے ہیں کیونکہ وہ احکامِ الٰہی یعنی شریعت سے بے خبر ہیں۔"[11]

جناب ابو بکر وراق ترمذی کا قول ہے۔ "من اكتفى بالكلامِ من العلمِ دون الزهد فقد تزندق و من اكتفى با لفقه دون الورع فقد تفسق" جس کی توضیح حضرت علی ہجویری یوں فرماتے

9۔ ایضاً، ص:۱۴

10۔ ایضاً، ص:۱۶۔۱۷

11۔ ایضاً، ص:۱۷

ہیں: شریعت پر عمل کیے بغیر گویا جبر ہے۔۔۔ لہٰذا جو شخص علم جبر حاصل کرے اور شریعت عمل، مجاہدات اور زہد و تقویٰ اختیار نہ کرے وہ زندیق یعنی بے دین ہے۔(12)

حضرت علی ہجویریؒ کی اس توضیح سے ثابت ہوتا ہے کہ آپ کے نزدیک تصوف میں شریعت کی حفاظت طریقت سے اور طریقت کی حفاظت شریعت سے ہے یعنی یہ دونوں ایک دوسرے کے محافظ ہیں اور دونوں ایک دوسرے کو مردود ہونے، بے فیض اور بے مقصد ہونے سے بچاتے ہیں اور باہم مل کر مقصودِ الٰہی کی تکمیل کرتے ہیں اور جاہل فقراء سے اربابِ طریقت نے دور رہنے کا حکم دیا ہے۔ چنانچہ حضرت معاذ رازیؒ کا یہ قول کشف المحجوب میں نقل کیا گیا: ”اجتنبْ صحبةَ ثلاثةِ اصنافِ من الناس، العلماءِالغافلین، الفقراءِالمداهنین، المتصوفةِ الجاهلین“(13) تین قسم کے لوگوں کی صحبت سے بچو عمل سے غافل علماء، گمراہ فقراء اور جاہل صوفیاء۔

اس قول سے اہل علم یعنی صاحبان شریعت کی اہمیت، شریعت کی فضیلت اور ضرورتِ فقر، تصوف کے باب میں ظاہر ہوتی ہے کہ جو مدعی طریقت، ظاہری شریعت سے واقف نہیں اس کی پیروی کرنا جائز نہیں کیونکہ اس کی پیروی گمراہی ہے اور یوں بھی کہا جاسکتا ہے کہ جاہل صوفی کی اس کے قول و فعل میں پیروی منع ہے جب کہ غیر عامل عالم کی پیروی اس کے قول میں تو جائز ہے لیکن اُس کے فعل میں جائز نہیں۔ البتہ ایسا عالم جو باعمل ہو یا ایسا فقیر جو عالم ہو اس کی پیروی اس کے قول اور فعل دونوں میں جائز ہو گی۔

خلفاءراشدین اور شریعت وطریقت

حضرت گنج بخشؒ نے خلفاءراشدین اور ائمہ اہلِ بیتؓ کی زندگی سے بھی شریعت و طریقت کے باہمی تعلق کو واضح کیا ہے تا کہ اُن کی زندگی سے اِس پر استشہاد کیا جاسکے کیونکہ نبی کریم ﷺ نے ان کے طریقے

12۔ ایضاً

13۔ ایضاً

سے بھی استفادہ کرنے کا حکم دیا ہے چنانچہ فرمان نبوی ہے "عليكم بسنتى وسنة الخلفاء الراشدين المهد يين۔"[14]

کشف المحجوب میں ہر جگہ قرآن و سنت، انبیاء کرامؑ کے علاوہ صحابہ کرام اور ائمہ اہل بیتؒ کی زندگی سے استشہاد اس بات کی دلیل ہے کہ حضرت علی ہجویریؒ کا شریعت و طریقت کے باہمی تعلق میں مسلک کیا ہے؟

حضرت علی ہجویریؒ نے اہلِ بیت میں سے معروف ائمہ کے اُن واقعات کو بطور خاص اپنی کتاب میں ذکر کیا ہے جن کا تعلق شریعت کے ساتھ ہے جو اس بات کی بین دلیل ہے کہ آپ ان ائمہ سے اس بارے میں استشہاد کر رہے ہیں کہ یہ ارباب طریقت، شریعت کے بھی امام تھے اور شریعت کے نہ صرف محافظ بلکہ مرجع خلائق تھے اور تمام لوگ طریقت و شریعت دونوں امور میں ان ہی کی طرف رجوع کرتے جو ان کی جامع حیثیت کی طرف واضح اشارہ ہے۔ اگر طریقت کا تعلق شریعت سے نہ ہوتا تو آپ کبھی بھی اپنی کتاب طریقت و تصوف میں ان ائمہ کے اُن واقعات کو جگہ نہ دیتے جن کا تعلق ظاہری شریعت کے ساتھ ہے۔

جبر و قدر ایک معروف شرعی مسئلہ بلکہ اسلامی عقیدے سے تعلق رکھتا ہے جس پر مدار ایمان ہے۔ کشف المحجوب میں اس کے بارے لکھا ہے کہ جناب حسن بصریؒ نے اس بارے جناب سیدنا امام حسن مجتبیٰؓ سے فتویٰ طلب کیا۔[15] باب مدینہ العلم کے ظاہری و باطنی علوم کے وارث ہیں اور حضرت گنج بخش علیہ الرحمۃ کا اپنی کتاب میں اس واقعے کا ذکر کرنا حضرت امام حسن بصری کے علم شریعت میں مرجع خلائق ہونے کی طرف اشارہ کرنا ہے۔

سیدنا امام حسینؓ کا یہ فرمان بھی زینت کشف ہے کہ "اشفقُ الاخوانِ علیک دینک۔"[16]

---

[14]۔ طحاوی، احمد بن محمد، شرح مشکل الاثار، رقم الحدیث:۱۱۸۶، موسسہ الرسالہ، ۱۴۱۵ھ

[15]۔ ایضاً، ص:۷۴-۷۵

[16]۔ ایضاً، ص:۷۷

اور دین شریعت ہی ہے اور اس دین کو اپنے اوپر سب سے زیادہ شفیق سمجھنا طریقت ہے جناب سیدنا زین العابدین علی بن سیدنا امام حسینؓ کے بارے حضرت ہجویری نے لکھا ہے کہ آپ قرآن حکیم کے حقائق و معارف کے بیان میں بہت مشہور تھے اور ساتھ ساتھ کرامت و تصرف کی بھی اعلیٰ شان رکھتے تھے۔ ([17]) گویا کہ وہ شریعت وطریقت کے جامع تھے۔

امام جعفر الصادقؒ کے بارے لکھتے ہیں کہ آپ بھی ظاہری و باطنی کمالات کے جامع تھے۔ چنانچہ آپ نے جو آیات بینات کی تفسیر لکھی ہے اُن میں سے بھی چند ایک کا ذکر کشف میں کیا گیا ہے اور طریقت میں آپ کے کمال کو بیان کرنے کے لیے آپ کی چند کرامات اور آپ کے ملفوظات تصوف کو ذکر کیا گیا ہے۔ ([18])

اصحابِ صفہ اور شریعت وطریقت کا باہمی تعلق:

اصحاب صفہ طریقت و شریعت میں امت کے مقتدیٰ ہیں جنہوں نے نہ صرف علم شریعت بلکہ علمِ طریقت بھی سر چشمہ علم جناب سیدنا رسول اللہ ﷺ سے حاصل کرنے کی سعادت حاصل کی۔ خصوصاً تصوف کا نصاب تو آج بھی انہیں کے شب و روز کے معمولات پر انحصار کرتا ہے۔

کشف المحجوب میں ان کے کردار کو اس انداز میں بیان کیا گیا ہے کہ اُن کی حیثیت جامعہ واضح ہو جائے۔ حضرت گنج بخشؒ نے اُن نفوس زکیہ کے اسماء کا بھی ذکر کیا ہے لیکن اُن میں سے اُن حضرت کا بغور خاص اور قدرے تفصیل سے ذکر کیا ہے جن سے دونوں علوم شریعت وطریقت کا فیضان نبوت جاری ہوا ہے اور جنہوں نے طریقت کے ساتھ شریعت کی بھی خدمت کی جیسے۔ حضرت سلمان فارسیؓ جن سے کئی احادیث مروی ہیں۔ ابو عبیدہ عامرؓ، جناب ابو مسعود عبد اللہ الہذلیؓ کو جناب گنج بخش نے گنج علوم کا لقب دیا ہے۔ حضرت

---

[17]۔ ایضاً، ص:۸۷

[18]۔ ایضاً، ص:۸۲۔۸۴

ابو ذر الغفاریؓ جن کو آپ نے زہد میں جناب عیسیٰؑ اور وفور شوق میں جناب موسیٰ علیہ السلام کے مانند قرار دیا ہے۔[19]

اسی طرح جناب عبد اللہ بن عمر، جناب ابو ہریرہ، جناب ابولبابہ، جناب ثوبانؓ کے تذکرے سے اپنی کتاب کو زینت بخشی ہے۔ ان صحابہ کرامؓ کی خدمات دینیہ کا مطالعہ کیا جائے تو واضح ہوتا ہے کہ ان حضرات نے شریعت وطریقت کو باہم جدا نہیں سمجھا بلکہ شریعت کو اصل قرار دیتے ہوئے طریقت کی بنیاد ہی اسی پر رکھی ہے اور طریقت کا شریعت سے الگ تصور ان کی سیرت میں کہیں نہیں ملتا۔ آج کے تصوف میں ان کو فقراء اور صوفیہ کے ائمہ کے طور پر بطور دلیل پیش کیا جاتا ہے لیکن یہ اپنی حسین حیات میں طریقت سے بھی کہیں زیادہ اہل شرع معروف تھے اور قرآن وسنت کے رائج کرنے میں انہوں نے اپنی زندگیاں وقف کر رکھی تھیں یعنی دیگر صحابہ کرامؓ کی بنسبت تو ان پر طریقت کا غلبہ تھا لیکن خود ان کی ذات میں شریعت و طریقت میں باہمی تقابل کیا جائے۔ تو ظاہری شریعت کا طریقت پر غلبہ نمایاں نظر آتا ہے۔

تابعین اور شریعت وطریقت

صحابہ کرامؓ کے بعد جو طبقہ صالحین امت محمدیہ کے لیے لائق اتباع ہے وہ تابعین کا ہے جن کے اور صاحب شرع کے مابین صرف ایک واسطہ صحابہ کرام کا حائل ہے اور جن کا زمانہ خیر القرون میں شامل ہے تابعین میں کچھ حضرات کبار اور ائمہ کہلاتے ہیں اور اُن میں ایک معتبر نام حضرت اویس قرنیؒ کا ہے آپ نے جناب مفخر رسالت ﷺ کی ظاہری حیات طیبہ کا زمانہ پایا لیکن سعادت صحابیت نہ حاصل کر سکے حالانکہ آپ چاہتے تھے کہ کم از کم ایک نظر تو اپنے اس محبوب کو دیکھ لیں۔ وہ کونسی وجوہ تھیں جو حائل مقصود ہوئیں ،حضرت گنج بخشؒ لکھتے ہیں کہ ایک تو غلبہ حال تھا اور دوسرا اپنی بوڑھی والدہ کی خدمات کا شرعی فریضہ۔[20]

پہلی وجہ کا تعلق طریقت کے انتہائی درجہ کے ساتھ ہے اور دوسرے کا تعلق شریعت مطہرہ کے انتہائی پسندیدہ اور ضروری عمل کے ساتھ ہے۔ لیکن غور طلب بات یہ ہے کہ غلبہ حال کے باوصف حضرت

---

[19]۔ ایضاً، ص:۸۶

[20]۔ ایضاً، ص:۸۸

خواجہ قرنیؒ شریعت سے غافل نہ ہوئے۔ اگر والدہ کی خدمت کا مانع نہ ہوتا تو شاید غلبہ حال "جو غلبہ محبت کی بنیاد پر تھا" کے باعث تو آپ ہر مانع کو عبور کرتے ہوئے اپنے محبوب کے قدموں میں حاضری کو ترجیح دیتے لیکن یہاں طریقت تابع شریعت رہی اور والدہ کی خدمت سے آپ نے وہ مقام رفیع حاصل کیا کہ ظاہری آنکھ سے تو وہ بارگاہ نبوت میں حاضر نہ ہو سکے لیکن تصورات، مکاشفات اور خیالات کی دنیا میں وہ ہر وقت حضوری کی نعمت سے مالامال رہے حضرت گنج بخشؒ لکھتے ہیں کہ جب ضرورت پڑی اور والدہ کی خدمت کی پابندی نہ رہی تو یہ فقر غیور کا صاحب جنگ صفین میں جناب سیدنا علی المرتضیٰؓ کی حمایت میں بھی نقل کھڑا ہوا اور مقام شہادت حاصل کی۔([21])

جناب اویس قرنیؒ تک جو نبی کریم ﷺ کی احادیث پہنچی تھیں آپ اُن کو آگے روایت کرتے (یوں آپ رواۃِ حدیث کے سلسلہ ذھب میں منسلک ہو گئے) جناب ھرم بن حبان آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ نے جناب عمر بن الخطابؓ سے مروی اس حدیث کو روایت فرمایا۔([22])"انما الاعمال بالنیات۔"([23])

اور یہ ایسی حدیث ہے جو تمام شریعت و طریقت کا خلاصہ اور جامع ہے۔

حدیث مذکور کی شرح میں جناب علی ہجویریؒ نے لکھا ہے کہ "شارحین حدیث نے حضرت اویس قرنیؒ کا یہ قول نقل کیا ہے جو آپ نے جناب ھرم بن حبانؒ کو نصیحتاً فرمایا:"علیک بقلبک "کہ اپنے قلب کی تصور غیر سے حفاظت کرو۔([24]) حضرت گنج بخشؒ فرماتے ہیں: اس قول سے دو مفاہیم مستفاد ہیں۔ اول یہ کہ

---

[21]۔ ایضاً، ص:۸۹

[22]۔ ایضاً، ص:۹۱

[23]۔ بخاری، محمد بن اسماعیل، صحیح بخاری، باب بدء الوحی، رقم:۱، دار طوق النجاہ بیروت، ۱۴۲۲ھ

[24]۔ گنج بخش، کشف المحجوب، ص:۹۲

اپنے دل کو احکامِ الٰہیہ (شرعیہ) کے تابع کرو اور یہ مریدین کا کام ہے اور دوسرا اس کا مفہوم یہ ہے کہ خود کو اپنے اُس قلب کے تابع کر دو جو نور جمال الٰہی سے منور ہو چکا ہے۔([25])

اس سے واضح ہوتا ہے کہ عارف کا کوئی بھی قول ایسا نہیں جو حالت صحو میں کیا گیا ہو اور وہ شریعت و طریقت کا جامع نہ ہو۔ ذیل میں چند مشاہیر اور ان کے اقوال کا ذکر کیا جاتا ہے جن سے کشف المحجوب میں استفادہ کیا گیا ہے۔

سعید بن مسیب

حضرت گنج بخشؒ نے جناب سعید بن مسیب کو رئیس علماء و فقہاء لکھا ہے یعنی جیسے وہ طریقت میں رئیس ہیں شریعت کے بھی رئیس ہیں۔ آپ فقہ، توحید، تفسیر، شعر و لغت میں کمال رکھتے تھے۔ آپ ظاہر میں دولتمند اور باطن میں صاحب فقر تھے (آپ کا ظاہر شریعت سے مزین اور باطن طریقت سے آراستہ تھا۔) ([26])

حضرت حبیب عجمی

کشف المحجوب میں آپ کو جو القاب دیئے گئے ہیں اُن کے مطابق آپ جامع شریعت و طریقت تھے آپ کا سود خوری اور فسق و فجور سے توبہ کرنا اور پھر امام طریقت حضرت خواجہ حسن بصریؒ کے ہاتھ پر بیعت کر کے اُن سے روحانی تربیت حاصل کرنا۔ اس بات کا واضح ثبوت ہے کہ آپ شریعت کی بنیاد پہ طریقت میں داخل ہوئے۔([27])

مالک بن دینار

---

[25]۔ ایضاً

[26]۔ ایضاً، ص:۹۳

[27]۔ ایضاً، ص:۹۵

آپ کا قول کشف میں روایت کیا گیا ہے۔"احب الاعمال الاخلاص فی الاعمال"([28])اور یہ بعینہ،اس حدیث مبارک کے مطابق ہے- انما الاعمال بالنیات-[29])

حضرت گنج بخشؒ اس قول کی تشریح میں لکھتے ہیں کہ "عمل اخلاص ہی سے بنتا ہے اور اخلاص عمل کے لیے ایسے ہی ہے جیسے جسم کے لیے روح اور اخلاص ایک باطنی چیز ہے اور عبادات وطاعات ظاہری اعمال کا نام ہے اور عمل اُس وقت ممکن ہوتا ہے جب باطن بھی اُس کے ساتھ شامل ہو اور باطن کی بھی کوئی وقعت اُسی وقت ہوتی ہے جب اُس کا ظہور ظاہری اعمال سے ہو۔ اگر ایک شخص ایک ہزار سال تک مخلص رہے لیکن عمل نہ کرے تو وہ مخلص نہیں کہلائے گا اور اگر کوئی شخص ہزار برس تک عمل کرے لیکن اُس کے دل میں اخلاص نہ ہو تو اُس کا عمل عبادت نہیں ہو گا۔([30])

اس کا خلاصہ یہ ہے کہ عمل و اخلاص یعنی ظاہری شریعت اور طریقت ایک دوسرے کو لازم وملزوم اور باہم شرط و مشروط ہیں لیکن یہ حکم حقیقت اور اثر کے اعتبار سے ہے البتہ اخلاص ایک صفت ہے جو کسی موصوف کے بغیر یا ایک ایسی حالت ہے جو ذوحال کے بغیر ظہور میں نہیں آسکتی تو حضرت گنج بخشؒ کے نزدیک ان دونوں کے درمیان عام وخاص کا تعلق ہے۔

ابو حبیب بن اسلم الراعی

آپ سے کرامت کا ظہور ہوا کہ پہاڑ سے دودھ اور شہد کے چشمے جاری ہو گئے تب آپ سے پوچھا گیا کہ یہ مقام آپ نے کیسے حاصل کیا ہے تو فرمایا: رسول اللہ ﷺ کی اتباع سے اور فرمایا "ہمارے نبی کریم ﷺ کا مقام جملہ انبیاء کرامؑ سے بلند ہے۔ جب حضرت موسیٰؑ کی قوم کے لیے پہاڑ پانی کا چشمہ جاری کر

[28]۔ ایضاً

[29]۔ بخاری، صحیح بخاری، باب بدء الوحی، رقم:۱

[30]۔ گنج بخش، کشف المحجوب، ص:۹۵۔۹۶

سکتا ہے۔ حالانکہ وہ لوگ بات بات پہ اپنے نبی کی مخالفت کرتے تھے۔ تو پھر افضل الانبیاء علیہ التحیۃ والثناء کی اتباع کرنے والے کے لیے یہ پہاڑ دودھ اور پہاڑ کے چشمے جاری کیوں نہیں کریں گے۔ (31)

اس قول میں صراحت ہے کہ کرامت جو ایک ولی اللہ کی اللہ تعالیٰ کی جانب سے عزت افزائی ہوتی ہے اُس کی بنیاد اتباع شریعت پر ہے اگر اتباع شریعت نہ ہو تو یہی خلاف عادت کام کرامت کے بجائے استدراج ہوتا ہے۔

ابو حنیفہ امام شریعت وطریقت

حضرت گنج بخشؒ نے جناب امام ابو حنیفہؒ کو طریقت کے ائمہ میں ذکر کیا ہے اور کبار تبع تابعین میں داخل کیا ہے اگرچہ جمہور علماء محققین کے نزدیک آپ طبقہ تابعین سے ہیں۔ آپ کا عموماً شمار علماء اور فقہاء میں ہوتا ہے لیکن حضرت علی ہجویریؒ نے آپ کو کبار صوفیہ میں ذکر کر کے اس بات کی طرف واضح اشارہ کر دیا ہے کہ آپ شریعت وطریقت کے جامع ہیں اگرچہ آپ پر غلبہ شریعت کا رہا ہے۔ اسی میں آپ نے ذکر کیا ہے کہ جناب یحییٰ بن معاذ رازیؒ نے خواب میں نبی کریم ﷺ کو دیکھا تو آپ نے فرمایا "کہ مجھے (یعنی میری سنت، شریعت اور طریقت کو) ابو حنیفہ کے علم میں تلاش کرو۔" (32)

نبی کریم ﷺ کو پانے کا معنی آپ کی شریعت، سنت اور سیرت طیبہ کو پانا ہے اور کونسی ایسی طریقت ہے جو آپ کی سیرت میں نہیں اور پھر خواب میں کسی ولی اللہ کا ایسی ہدایت کو حاصل کرنا جو طریقت ہی کی ایک شکل ہے مزید اس بات کی توضیح ہے کہ تم اپنی ولایت کا اگر استحکام اور میرے قرب کے ذریعے قرب بارگاہ صمدیت چاہتے ہو تو تمہارا حصہ امام ابو حنیفہ کے علم میں رکھ دیا گیا ہے۔ اُس کی خدمت اور اتباع کرو تمہیں یہ دولت نصیب ہو جائے گی۔ اسی کی تفصیل میں خود حضرت گنج بخشؒ نے اپنے ایک خواب کا بھی تذکرہ کیا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے جناب ابو حنیفہ کو اپنی گود میں بچے کی طرح اٹھایا ہوا ہے اور فرمایا "یہ تمہارا اور تمہارے ملک کا امام ابو حنیفہ ہے۔" تو اس سے جو بات مجھے سمجھ آئی وہ یہ ہے کہ امام ابو حنیفہ اپنی تمام

31۔ ایضاً، ص:۹۶

32۔ ایضاً، ص:۱۰۰۔۱۰۱

صفات بشریہ سے فانی ہو کر احکام شریعہ کے ساتھ باقی ہو گئے ہیں اور یہ کرم اُن پہ خود رحمت عالم ﷺ کی طرف سے ہوا ہے جس سے امام ابو حنیفہ خطاء اجتہادی سے بنسبت دوسرے ائمہ کے زیادہ محفوظ ہیں۔([33])

کیونکہ ان کی حفاظت خود نبی کریم ﷺ نے انہیں اپنی بانہوں میں لے کر فرمائی ہے بلکہ فرمارہے ہیں کیونکہ یہ خواب نبی کریم ﷺ کے وصال مبارک کے بعد کا ہے اور مکمل فقہ حنفی بھی آپ کی تائید سے موید ہے کیونکہ یہ خواب جناب امام ابو حنیفہؒ کے بھی وصال کے کئی سو سال بعد پیش آیا ہے۔

جناب ابو داؤد طائی رحمۃ اللہ علیہ نے علم (شریعت) حاصل کرنے کے بعد امام ابو حنیفہؒ سے عرض کیا کہ اب مجھے کیا کرنا چاہیے تو آپ نے فرمایا: "علیک بالعمل فان العلم بلاعمل کا لجسد بلاروح۔"([34])

امام موصوف کا یہ قول بھی اس بات کی تائید کرتا ہے کہ شریعت وطریقت کا ایسا تعلق ہے جیسے جسم وروح کا ہوتا ہے۔ آپ کے نزدیک شرعی علم جسم اور اس پر عمل کرنا اس کی روح ہے تو اس اعتبار سے بھی ان میں عام وخاص من وجہ کی نسبت ہے۔ لیکن فرد کامل ان کا وہ اجتماع ہے اور اس فرد کامل کے بغیر افراد کا پایا جانا ممکن تو ہے لیکن کمال سے خالی اور بے فیض۔

حضرت سید ہجویرؒ فرماتے ہیں کہ جب تک علم کے ساتھ عمل شامل نہ ہو تب تک علم درست نہیں ہوتا جو شخص صرف علم پر اکتفاء کرے وہ (حقیقی معنیٰ میں) عالم ہی نہیں جیسے راہ ہدایت کے حصول کے لیے مجاہدات کی ضرورت ہے اسی طرح علم کے لیے عمل کی ضرورت ہے۔ جیسے مجاہدات کے بغیر مشاہدہ ذات ممکن نہیں، عمل کے بغیر علم بے معنیٰ اور بے حقیقت ہے۔ عمل کے بغیر کشائش و فوائد حاصل نہیں ہو سکتے۔ اس لیے علم کو عمل سے جدا نہیں کیا جاسکتا۔ جیسا کہ نور آفتاب، آفتاب سے جدا نہیں ہو سکتا۔([35])

---

[33]۔ ایضاً، ص:۱۰۱

[34]۔ ایضاً

[35]۔ ایضاً، ص:۱۰۲

اس قول فیصل سے بخوبی اندازہ ہو جاتا ہے کہ حضرت مخدومؒ کے نزدیک شریعت و طریقت کے مابین وہی تعلق ہے جو نورِ آفتاب اور آفتاب کے مابین ہے۔ اس تشبیہ میں علم کو آفتاب اور عمل کو نور کہا گیا ہے تو اس طرح ان دونوں کے درمیان نسبت لزومی ہے جس میں علم یا شریعت ملزوم اور عمل یا طریقت اُسے لازم ہے لیکن فضیلت علم میں اس کے برعکس عمل کو ملزوم اور علم کو اس کا لازم قرار دیا گیا ہے تو اس سے ان دونوں امور کے درمیان نسبت تلازم کی ہو گی اور لزوم جانبین سے ہو گا تو نسبت تلازم میں جو جانبین میں عمیق اور گہرا تعلق ہے وہی ان دونوں کے درمیان ہے یعنی نہ علم، عمل کے بغیر کامل ہے اور نہ عمل، علم کے بغیر فیض رساں ہے۔

جناب عبداللہ بن مبارک

آپ حدیث اور رائے (فقہ) کے جامع تھے۔ بغداد میں اہلِ فقہ اور محدثین دونوں آپ کو اپنا مرجع سمجھتے تھے۔ آپ نے ان دونوں مکاتب فکر کے لیے الگ الگ مدارس کی بنیاد رکھی۔ آپ کے ایک واقعہ سے شریعت و طریقت کے درمیان باہمی تعلق کے بارے آپ کے نظریے کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے، ایک راہب سے آپ نے پوچھا کیف الطریق الی اللہ، تو اُس نے جواب دیا "لو عرفت اللہ لعرفت الطریق" (اگر تجھے اللہ کی معرفت نصیب ہو جائے تو تجھے اُس کا راستہ نصیب ہو گیا۔) اور پھر اُس نے کہا: "أعبدُ من لا اعرفه و تعصی من تعرفه"[36] (مجھے جس کی معرفت حاصل نہیں، اس کی عبادت کر رہا ہوں اور تم جس کی معرفت رکھتے ہو (معرفت کا دعویٰ کرتے ہو) اس کی نافرمانی کرتے ہوئے) یعنی ایک میں شریعت ہے طریقت میں کمال نہیں دوسرے میں طریقت ہے لیکن شریعت میں نقص ہے۔ جب تک یہ دونوں جمع نہ ہو جائیں انسان کمال حاصل نہیں کر سکتا۔ شریعت میں کمال، طریقت میں کمال سے اور طریقت میں کمال شریعت میں کمال سے وابستہ ہے۔

حضرت فضیل بن عیاض کو معرفت حق کا حصول شریعت سے ہوا۔

---

[36] ۔ ایضاً، ص:۱۰۳

جناب فضیل بن عیاض کے کان میں قرآن حکیم کی یہ آیت پڑی: '' اَلَمْ یَاْنِ لِلَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْ تَخْشَعَ قُلُوْبُهُمْ لِذِكْرِ اللّٰهِ ''[37]

تو آپ نے گناہوں سے توبہ کی اور ہمیشہ کے لیے اپنی زندگی کو اللہ کے خوف میں گزار کر ولیوں کے امام بن گئے۔ یعنی آپ ماخذ شریعت سے طریقت کے دروازے تک پہنچے۔ تو جو بھی بابِ طریقت تک پہنچتا ہے بابِ شریعت ہی سے پہنچتا ہے۔ قربِ الٰہی کا پہلا دروازہ ہی شریعت ہے اس سے گزر کر ہی طریقت کے دروازے تک رسائی حاصل ہوتی ہے۔ جو طریقت میں قدم رکھے اور پھر شریعت میں حاضر نہ ہو تو اُسے آستان شریعت کی بوسہ زنی کا حکم دیا جاتا ہے اُس کے بعد اُسے آگے بڑھنے کی اجازت ملتی ہے۔ حضرت فضیلؒ کا یہ فرمان ہے"مَن عرف الله حق معرفته عبدبكل طاقته"[38]

معرفت الٰہی کا باب اول صحت عقائد سے کھلتا ہے اور عقائد کی صحت شریعت ہی سے حاصل ہوتی ہے جس کے مآخذ اولین قرآن و سنت ہیں۔ جناب فضیل نے جو خلیفہ ہارون رشید کو نصائح کیں وہ سب شریعت ہی پر مشتمل ہیں۔ حضرت فضیل کبھی بھی قرآن و سنت کے احکام سے الگ نہیں ہوئے اور نہ طریقت کو شریعت سے الگ سمجھا۔ ظاہری و باطنی اشاعت کے طالب کے لیے دو چیزیں ضروری ہیں ایک تو یہ سمجھے کہ ہر خیر و شر من جانب اللہ ہے اور دوسری چیز اللہ تعالیٰ کے احکام کی اطاعت اور یہ سب کام شریعت کے مطابق کیے جائیں اور کسی بھی صورت میں تقدیر کا بہانہ بنا کر شرعی احکام پر عمل کو ترک نہ کرے۔[39]

جناب بایزید بسطامی

---

[37]۔ الحدید ۵۷:۱۶

[38]۔ ایضاً، ص:۱۰۵۔۱۰۶

[39]۔ ایضاً، ص:۱۱۳

حضرت ابو یزید بسطامی شریعت کا بہت احترام کرتے تھے۔ حضرت گنج بخشؒ لکھتے ہیں ایسا گروہ جو الحادو بے دینی کے جواز کا قائل ہے اور اپنے آپ کو ابو یزید کا ہم مسلک قرار دیتا ہے تو وہ بالکل باطل اور اپنے دعویٰ میں غلط ہے۔([40])

آپ کا فرمان ہے کہ میں نے تیس سال مجاہدات کیے ہیں اور میرے نزدیک شریعت پر عمل کرنے سے زیادہ سخت مجاہدہ اور کوئی نہیں ہے۔ آپ فرماتے ہیں کہ اختلافِ علماء امت کے لے باعث رحمت ہے اگر یہ اختلاف نہ ہوتا تو عمل میں بہت دشواری ہوتی۔ حضرت گنج بخش کے بقول شریعت کا راستہ پل صراط سے بھی مشکل ہے۔ فرمایا کہ اگر کوئی شخص کسی (روحانیت کے) بلند مقام سے گرے تو اُس کا قدم شریعت ہی میں پڑنا چاہیے۔ باقی ہر چیز چھوٹ جائے لیکن شریعت کا دامن نہ چھوٹے اور مرید کے لیے سب سے بڑی آفت ہی یہی ہے کہ وہ شریعت پر عمل نہ کر سکے کھوٹے کو کھرے سے الگ کرنے کے لیے کسوٹی شریعت ہے۔ جس سے سب عیوب عیاں ہو جاتے ہیں۔([41])

اس قول سے ثابت ہوتا ہے کہ بقول حضرت علی ہجویری امام طریقت کا مسلکِ طریقت، شریعت کی بنیاد پر استوار ہے اور آپ کے نزدیک شریعت ہی اصل ہے طریقت کے بغیر گزارہ ہو سکتا ہے۔ شریعت کے بغیر نہیں ہو سکتا۔

ابو عبد اللہ الحارث المحاسبی

جناب گنج بخشؒ نے حضرت الحارث المحاسبی کو تمام علوم اسلامیہ کا عالم اور اصول و فروع کا مایہ قرار دیاہے۔ آپ کا یہ قول ہے "العلم بحركات القلوب فى مطالعة الغيوب أُشرف من العمل بحركات الجوارحِ"([42])

(مطالعہ غیب میں دل کی حرکات کا علم، اعضاء کے ساتھ عمل کرنے سے افضل ہے۔)

40۔ ایضاً، ص:۱۱۴

41۔ ایضاً، ص:۱۱۵

42۔ ایضاً، ص:۱۱۶

حضرت گنج بخشؒ اس کی توضیح میں لکھتے ہیں: علم محل کمال ہے اور علم ہی درجہ کمال تک پہنچاتا ہے۔ حق تعالیٰ کی معرفت علم کے ذریعے ہی حاصل ہوتی ہے اور یہ چیز عمل سے حاصل نہیں ہوتی۔ اگر صرف عمل ہی سے حق تعالیٰ تک رسائی حاصل ہو سکتی تو نصاریٰ کے راہب انتہائی سخت مجاہدات سے مقام مشاہدہ تک پہنچ جاتے اور گنہ گار مسلمان بھی عمل کے ذریعے علومِ غیبیہ تک رسائی حاصل کر لیتے۔ آپ لکھتے ہیں: "عمل بندے کی اور علم حق کی صفت ہے بعض روایات میں المحاسبی کا یہ قول اس کے برعکس لکھا ہے۔ یعنی "العمل بحركات القلوب اشرف من العمل بحركات الجوارح" لیکن حضرت گنج بخشؒ کے نزدیک یہ درست نہیں ہے کیونکہ بندہ کے عمل کا تعلق دل کی حرکات سے نہیں ہوتا آپ لکھتے ہیں کہ بزرگانِ دین کا قول ہے: "نوم العالم عبادة وسهر الجاهل معصية" [43] اس عبارت میں علم اور عالم سے مراد شریعت و طریقت اور عالم شریعت اور عالم طریقت دونوں ہیں۔ جس کا معنیٰ یہ ہوا کہ علم عمل سے افضل ہے چاہے وہ علم شریعت ہو یا علم طریقت اور عمل چاہے شریعت کا ہو یا طریقت کا۔ لیکن اس میں بھی کوئی شبہ نہیں کہ علمِ طریقت کی بنیاد قرآن و سنت پر ہے یعنی علم طریقت کی بنیاد بھی وہی ہے جو شریعت کی بنیاد ہے اس اعتبار سے شریعت و طریقت دونوں قرآن و سنت کی شاخیں ہیں۔ لیکن فرق یہ ہے کہ شریعت قرآن و سنت کے ظاہر سے اور طریقت ان کے باطن سے تعلق رکھتی ہے۔

شریعت و طریقت اور رخصت و عزیمت

حضرت گنج بخشؒ امام شافعیؒ کا یہ قول نقل کرتے ہیں "اذارايت العالم يشغل بالرخص فليس يجيئ منه شى" [44]

اس کے تحت آپ لکھتے ہیں علماء کو چاہیے کہ کسی کو بھی شریعت کے دائرے سے باہر قدم رکھنے کی رخصت نہ دیں۔ کیونکہ ہر کام میں رخصت و آسانی تلاش کرنا مجاہدات سے گریز کرنے والے کا کام ہوتا ہے

---

[43]۔ ایضاً، ص:۱۲۳

[44]۔ ایضاً

اور یہ عوام کا کام ہے جبکہ خواص مجاہدات سے گریز نہیں کرتے بلکہ اُس پر کمر بستہ ہو جاتے ہیں اور اگر خواص بھی کالعوام ہو جائیں تو اُن سے عوام کی جو امیدیں وابستہ ہیں وہ بے کار ہو جائیں گی۔([45])

حضرت گنج بخشؒ کا مقصد یہ ہے کہ علماء شریعت کو خواص یعنی علماء ربانین کا مرتبہ حاصل کرنا چاہیے اور وہ شریعت و طریقت کی یکجائی ہی سے حاصل ہو سکتا ہے۔ آپ کے اس فرمان سے شریعت و طریقت کے باہمی تعلق پر روشنی پڑتی ہے۔ محض شریعت اور آسان شریعت کی تلاش عوام کا کام ہے جبکہ شریعت و طریقت دونوں کی یکجائی سے عام خاص کا درجہ حاصل کرلیتا ہے۔

امام احمد بن حنبل

آپ کا ذکر حضرت گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ نے جامع شریعت و طریقت کے حوالے سے کیا ہے اور جن القاب سے اُن کا ذکر کیا ہے وہ یہ ہیں۔ شیخ سنت، قاہر اہل بدعت حافظ حدیث رسول اللہ ﷺ، مقبول بین اہل الظاہر و الباطن اور خلق قرآن کے مسئلہ پر آپ نے جو تکالیف برداشت کیں اُن کا ذکر کشف المحجوب میں بہت عقیدت سے کیا گیا ہے۔([46])

یہ سب شریعت ہی کی پاسداری ہے جو طریقت کے تحفظ کے لیے سخت ترین تکالیف برداشت کر کے عمل میں لائی جارہی ہے۔ جناب امام احمدؒ کا ذوالنون مصری، بشر حافی، سری سقطی اور معروف کرخیؒ سے تعلق اہل شریعت و طریقت کے بہترین امتزاج کی زریں دلیل ہے۔

احمد بن ابی الحواری

احمد بن ابی حواری نے اپنی کتب فقہ وغیرہ کو دریا میں بہادیا۔ تو یہ بظاہر کتب شریعت یا علم کے ادب کے خلاف ہے لیکن حضرت گنج بخش علیہ الرحمۃ نے اس کی متعدد تاویلات ذکر کی ہیں اور اس واقع کو غلبۂ حال اور سکر پر محمول کیا ہے اور یہ واضح کیا ہے کہ کوئی بھی صاحب طریقت ہوش و حواس میں ایسا نہیں کر سکتا اور نہ ہی اُسے اس بات کی اجازت ہے اس لیے کہ یہی وہ کتب ہیں جن سے ان کو راہِ معرفت و طریقت سے

---

[45]۔ ایضاً، ص:۱۵۲

[46]۔ ایضاً، ص:۱۲۶۔۱۲۷

روشناس ہوئی ہے۔ (47) اس واقعہ کی تفصیل و تعبیر سے حضرت گنج بخش علیہ الرحمہ کا شریعت کے بارے موقف واضح ہوتا ہے کہ آپ کسی بھی صورت اس بات کے قائل نہیں ہیں کہ کوئی صوفی یا صاحب طریقت شریعت سے مُستغنی اور بے پرواہ ہو سکتا ہے اور شریعت وطریقت ایک دوسرے کی ضد نہیں بلکہ دونوں ایک دوسرے کی ضرورت ہیں۔

حضرت احمد خضرؒ رحمۃ اللہ علیہ کی اہلیہ

حضرت احمد خضرؒ کی اہلیہ مسماۃ فاطمہ بی بیؒ اُن کے ساتھ حضرت ابویزید بسطامیؒ کی بارگاہ میں حاضر ہوئیں اور بے نقاب اُن کی مجلس میں بیٹھ گئیں اس پر جناب احمد خضرؒ نے اعتراض کیا اور کہا کہ یہ جائز نہیں پھر کچھ وقت کے بعد جناب ابویزید نے فاطمہ بی بی سے پوچھا کہ تم نے ہاتھوں پر منہدی کیوں لگا رکھی ہے؟ تو بی بی نے عرض کی کہ اب میرا آپ کے پاس بیٹھنا حرام ہے کیونکہ اب آپ کی نظر میرے جسم پر پڑ گئی ہے اور یہ کہہ کر وہاں سے اُٹھ گئیں۔ (48)

اس واقعہ سے جو بات عیاں کی گئی ہے وہ یہ ہے کہ بزرگوں کے ہاں شریعت کی پاسداری کا عالم یہ ہے کہ شوہر اس کی خلاف ورزی پر اُسے ٹوک رہا ہے اور ایک بی بی جناب بایزید بسطامی جیسے جلیل القدر ولی کو حفاظت شریعت کا درس دیتی نظر آتی ہے اور اس پر آپ نے کوئی روحانی تاویل کرنے کے بجائے سکوت کیا اور اس طرح شریعت کے ظاہری حکم کو قبول کیا۔ حضرت گنج بخشؒ نے اس کو اسی تسلسل اور اس بات کی تائید میں ذکر کیا ہے کہ جب شریعت وطریقت میں کہیں تضاد آجائے تو اعتبار شریعت کا ہوتا ہے کیونکہ طریقت شریعت کے ظاہری احکام کے تابع ہے اور ان میں تابع و متبوع کا تعلق ہے:

حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ

حضرت گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ سید الطائفہ جنید بغدادیؒ کو طریقت و شریعت کا امام اور مقتدی قرار دیا ہے اور لکھا ہے کہ آپ اہل ظاہر اور باطن دونوں میں مقبول تھے۔ آپ نے اُن لوگوں کا رد کیا ہے جو

47۔ ایضاً، ص:۱۳۷

48۔ ایضاً، ص:۱۳۹

اولیاء کے رتبے کو انبیاء کرامؑ سے افضل قرار دیتے ہیں آپ کا یہ قول ہے "کلامُ الانبیاء نبأعن الحضور و کلام الصدیقین اشارۃ عن المشاھدۃ۔"([49])(انبیاء کرامؑ کا کلام بار گاہ ذات واجب میں حضوری کی خبر دیتا ہے جبکہ صدیقین (جو کہ افضل اولیاء ہیں) کا کلام مشاہدہ حق کی طرف اشارہ کرتا ہے)۔یعنی مقام صدیق سے کہیں آگے مقامِ نبوت شروع ہوتا ہے۔ حضرت گنج بخشؒ نے ایسے فرق صوفیہ جیسے اباحتی وغیرہ کو ترک شریعت اور اُن کی بے دینی کی وجہ سے مردود قرار دیا ہے۔

حضرت ابو الحسن نوری

حضرت ہجویری دیگر اسلاف اولیاء کی طرح جناب ابو الحسن نوریؒ کو بھی شریعت و طریقت کا جامع قرار دیتے ہیں۔ جناب نوریؒ کا یہ قول کشف المحجوب میں نقل کیا گیا ہے کہ "ہمارے زمانے میں دو چیزیں غنیمت ہیں عالم با عمل اور عارف باللہ جو حقیقت کو بیان کرے"۔([50])

حضرت گنج بخشؒ نے حضرت نوری کے حالات کے ضمن اور اُن کی تعلیمات کی توجیہ میں لکھا ہے کہ علم (شریعت) اور معرفت (طریقت) دونوں محبوب و پسندیدہ چیزیں ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ علم بے عمل علم ہی نہیں اور معرفت حقیقت کے بغیر بے معنٰی ہے آپ لکھتے ہیں کہ یہ بات صرف حضرت نوریؒ کے دور کے ساتھ خاص نہیں (دو چیزیں عالم با عمل اور عارف باللہ) بلکہ آج بھی یہ قول درست ہے۔([51])

ابو عثمان سید جیری

آپ کا قول ہے کہ بچپن میں مجھے طلب حقیقت کا شوق تھا اور اہلِ ظاہر سے نفرت تھی اور مجھے یقین تھا کہ شریعت کی ظاہری صورت کے علاوہ اس کی کوئی باطنی صورت بھی ہے اور پھر میری ملاقات حضرت یحییٰ بن معاذ رازیؒ سے ہوئی تو اُنہوں نے مجھے شریعت کی باطنی صورت کی راہ عطاء کی۔([52])

---

[49]۔ ایضاً

[50]۔ ایضاً، ص:۱۴۷

[51]۔ ایضاً، ص:۱۴۰

[52]۔ ایضاً، ص:۱۴۷

اس قول سے شریعت وطریقت کے باہمی تعلق اور ان کی حقیقت کی طرف لطیف اشارہ ہوتا ہے کہ طریقت، شریعت ہی کی باطنی صورت ہے اس لیے یہ کہا جاسکتا ہے کہ شریعت کی دو صورتیں ہیں ظاہری اور باطنی۔ ظاہری صورت شریعت کہلاتی ہے جبکہ اسی کی باطنی صورت طریقت کہلاتی ہے۔

سہل بن عبداللہ تُستری

حضرت تسری کے بارے بعض علماء ظاہر کا قول ہے "جمع بين الحقيقة والشريعة" ([53]) لیکن حضرت گنج بخشؒ لکھتے ہیں کہ یہ قول تو تب درست ہو کہ شریعت وطریقت دو الگ چیزیں ہوں اور حقیقت یہ ہے کہ ان دونوں میں کوئی فرق نہیں۔ جب اللہ تعالیٰ نے شریعت و طریقت کو ایک ہی چیز بنایا ہے تو اولیاء کرام ان کے مابین فرق کیسے کرسکتے ہیں اگر ان دونوں کے درمیان کوئی فرق ہو تو پھر ایک کا قبول کرنا دوسرے کا رد کرنا ہوگا۔(یعنی ان میں نسبت تضاد ہوگی) جبکہ شریعت کا رد الحاد و بے دینی ہے اور حقیقت کا رد کرنا کفر و شرک ہے۔ اب یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ اگر یہ دو الگ چیزیں نہیں ہیں تو پھر ان کو دو الگ الگ الفاظ سے تعبیر کیوں کیا جاتا ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ یہ ایک ہی اصل کے دو حصے ہیں۔ جیسے درخت ایک تنے اور کئی شاخوں پر مشتمل ہوتا ہے تو شریعت حقیقت کی ایک شاخ ہے۔ جیسے کلمہ طیبہ میں نفی واثبات کا کلمہ (لا الہ الا اللہ) ایک حقیقت ہے اور عقیدہ رسالت محمدیہ یا کلمہ طیبہ میں اسی کا اقرار ہے۔ توحید ایک حقیقت ہے اور فرمان الٰہی پر عمل کرنا شریعت ہے۔([54])

حضرت گنج بخشؒ کے نزدیک شریعت و طریقت کو یوں بھی بیان کرسکتے ہیں کہ یہ دونوں ایک حقیقت کی دو شاخیں ہیں اور حقیقت کیا ہے وہ لا الہ الا اللہ کا معنی ہے۔

حکیم ترمذی

---

[53]۔ ایضاً، ص:۱۴۸

[54]۔ ایضاً، ص:۱۴۹

آپ کا قول ہے"ہر که بظاہر تعلق کندبے باطن محال بود، وہر که بباطن دعویٰ کندبے ظاہر محال بود"[55] ظاہر کا باطن سے گہرا تعلق ہے اس لیے ظاہر باطن کے بغیر محال ہے اور باطن بغیر ظاہر کے محال ہے تو اس طرح یہ دونوں ایک دوسرے کو لازم ہیں۔

اصطلاحات شریعت وطریقت

چونکہ شریعت کا ایک الگ مفہوم ہے اور طریقت کا الگ مفہومی یعنی دونوں مستقل علوم و فنون ہیں۔ جن کی الگ الگ تعریفات کی جاتی ہیں (اگرچہ حقیقت کے اعتبار سے ایک دوسرے کے ساتھ باہم متعلق ہیں) اس لیے دونوں کی اصطلاحات بھی الگ الگ ہیں۔ شریعت کی اصطلاحات اور مباحث عقائد کے علاوہ فرض، واجب، سنت، مستحب حرام، حلال، جائز ناجائز، گناہ، ثواب، عزیمت، رخصت ادا، قضاء اور حدود وتعزیرات ہیں۔

جبکہ طریقت کی اصطلاحات مقامات و منازل کے اعتبار سے مختلف ہیں لیکن ان طریقت کی اصطلاحات کا بھی قرآنی آیات اور احادیث سے استنباط کیا گیا ہے۔ حضرت گنج بخشؒ لکھتے ہیں:

"صوفیہ کے بارہ گروہوں میں سے دس گروہ مقبول ہیں جو معاملات، مجاہدات اور ریاضات (کے طریقوں) میں تو قدرے مختلف ہیں لیکن شریعت اور توحید کے اصول و فروع میں متحد ہیں۔"[56]

جناب ابویزید بسطامیؒ کہتے ہیں:

"اختلاف العلماء و رحمة الافی تجرید التوحید۔"[57]

تجرید توحید جس مقام میں سالک کا وجود ہی ختم ہو جاتا ہے اور محض ذات بحت باقی ہوتی ہے اس کے سواء باقی شریعت میں علماء کا اختلاف امت کے لیے باعث رحمت ہے اور اس میں اہلِ شرع اور اہلِ طریقت

---

[55]۔ ایضاً، ص:۱۸۳

[56]۔ ایضاً

[57]۔ ایضاً، ص:۴۳۲۔۴۳۳

دونوں برابر ہیں اور دونوں مقامِ عبدیت رکھتے ہیں لیکن باندازِ مختلف، اہلِ شرع کا اپنا انداز عبدیت ہے جبکہ اہلِ طریقت عبدیت میں اپنا ایک منفرد طریق و انداز اختیار کرتے ہیں جو اہلِ شرع سے کچھ آگے کا ہوتا ہے۔

شریعت و حقیقت اور حضرت علی ہجویری علیہ الرحمہ

حضرت گنج بخش علیہ الرحمہ نے کشف المحجوب میں جہاں مختلف، متفرق مقامات پر شریعت و طریقت کے باہمی تعلق، امتیازات و اشتراکات کو اقوال صوفیہ اور خود اپنی توضیحی عبارات میں ذکر کیا ہے وہاں اس پر ایک مستقل بحث میں بھی کلام کیا ہے جس کا خلاصہ ذیل میں درج کیا جاتا ہے۔

آپ لکھتے ہیں کہ ان دونوں اصطلاحات (شریعت و حقیقت) کے متعلق دو قسم کے گروہ غلط فہمی کا شکار ہیں۔ علماء ظاہر جو شریعت و حقیقت میں فرق کو نہیں سمجھتے اور کہتے ہیں کہ شریعت ہی خود ایک حقیقت ہے (اور ظاہری شریعت کے علاوہ کوئی اور حقیقت یا طریقت کا تصور اُن کے ہاں نہیں ہے) اور دوسرے وہ ملحدین ہیں جو ان دونوں میں ایسا فرق کرتے ہیں کہ یہ دونوں شریعت و حقیقت ایک دوسرے کے بغیر قائم رہ سکیں اور ایک دوسرے کی محتاج نہ رہیں اور وہ کہتے ہیں کہ جب حقیقت آشکار ہو جائے تو شریعت (کی اتباع) ساقط ہو جاتی ہے اور یہ فرق (ضالہ) مشبہ، قرامطہ، مشیعہ اور موسوسان ہیں ان کی دلیل یہ ہے کہ شریعت حقیقت سے ایک بالکل الگ چیز ہے یعنی ثبوت ایمان کے لیے دل کی تصدیق اور زبان سے اقرار دو الگ الگ چیزیں ہیں (جن کا باہم کوئی ربط و تعلق نہیں ہے۔)

حضرت گنج بخشؒ لکھتے ہیں ہماری دلیل یہ ہے کہ دل کی تصدیق کے لیے زبان سے اقرار ضروری ہے اور محض دل کی تصدیق سے ایمان مکمل نہیں ہوتا اور نہ ہی زبان کے اقرار سے ایمان مکمل ہوتا ہے جب تک کہ تصدیق قلبی حاصل نہ ہو تو اس طرح تصدیق قلبی اور اقرار زبانی کے درمیان جو فرق ہے (یا جو ان کا آپس میں تعلق ہے) وہ ظاہر ہے۔([58])

آپ لکھتے ہیں کہ حقیقت سے مراد ہے ایسی چیز جس کا نسخ ناممکن ہو۔ مثلاً حق تعالیٰ کی معرفت، صحت اعمال کے لیے خلوصِ نیت وغیرہ۔ جبکہ شریعت سے مراد وہ احکام الٰہیہ ہیں۔ جن میں نسخ یا تغیر وغیرہ

---

[58]۔ ایضاً

جائز اور ممکن ہے (لیکن یہ نسخ یا تغیر خود شارع کی جانب سے ہو گا نہ کہ مکلفین کی جانب سے) مثلاً: احکام، اوامر و نواہی وغیرہ۔ تو شریعت بندے کے افعال ہیں جبکہ حقیقت اللہ تعالیٰ کی نگہبانی، حفاظت اور عصمت کا نام ہے (یا عقائد حقہ کی حقیقت میں مشاہدہ کی حد تک غور کرنے کا نام ہے) اس طرح شریعت کا قیام حقیقت کے بغیر محال ہے اور حقیقت کا قیام شریعت کے بغیر محال ہے (دونوں کا قیام ایک دوسرے پر موقوف ہے) جیسے روح اور جسم دونوں کے اجتماع کا نام زندہ انسان ہے اور ان دونوں کے تعلق کے بغیر مردگی ہے ایسے ہی شریعت و حقیقت کا تعلق ہے۔ شریعت حقیقت کے بغیر ریا ہے اور حقیقت شریعت کے بغیر منافقت ہے اور آیت: '' وَالَّذِيْنَ جَاهَدُوْا فِيْنَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا ''([59]) میں مجاہدہ سے مراد شریعت اور ہدایت سے مراد حقیقت ہے۔

شریعت فعل عبد ہے یعنی اس کا اطلاق اس کے ظاہری افعال پر ہوتا ہے (نماز، روزہ، حج و زکاۃ کی ادائیگی) اور حقیقت فعل حق اور قرب حق کا عطاء ہونا یا یہ بھی کہا جا سکتا ہے کہ شریعت مکاسب ہیں اور حقیقت مواہب ہیں۔([60])

عبادات کی ظاہری اور باطنی صورت

ہر عبادت کی دو صورتیں ہیں ظاہری صورت اور باطنی صورت۔ ظاہری صورت شریعت اور باطنی صورت طریقت کہلاتی ہے۔ حضرت گنج بخشؒ نے کشف المحجوب میں عبادات کے باب میں ان دونوں کی نشان دہی کی ہے۔ آپ لکھتے ہیں کہ طہارت کی دو قسمیں ہیں ظاہری طہارت اور باطنی طہارت اگر ظاہری طہارت نہ ہو تو نماز نہیں ہوتی اور اگر باطنی طہارت نہ ہو تو معرفت نصیب نہیں ہوتی۔ ظاہری طہارت کے لیے خالص پانی جبکہ باطنی طہارت کے لیے خالص توحید ضروری ہے یعنی ایسی توحید جس میں شک و شبہ نہ ہو۔([61])

---

[59]۔ العنکبوت ۲۹:۶۹

[60]۔ گنج بخش، کشف المحجوب، ص:

[61]۔ ایضاً، ص:۳۱۷

ظاہری طہارت کا معنیٰ ہے جسم سے ناپاکی کو دور کرنا اور باطنی طہارت کا معنی ہے نفسانی خواہشات کو دور کرنا۔

آپ لکھتے ہیں کہ نماز کے لیے فقہی (شرعی) آداب بھی ہیں اور باطنی آداب بھی فقہی آداب و شرائط میں طہارت، قیام، وقت، سمت قبلہ اور تکبیر تحریم وغیرہ ہیں۔ جبکہ اہلِ طریقت ان آداب کے ساتھ ساتھ کچھ باطنی آداب کا بھی لحاظ رکھتے ہیں اور وہ نماز میں پورے سلوک الی اللہ کو دہرا لیتے ہیں۔ اُن کے ہاں طہارت کا معنیٰ ہے توبہ کرنا، استقبال قبلہ کا مطلب ہے شیخ طریقت کی مکمل پیروی، قیام سے مراد ہے مجاہدہ نفس قرات قرآن کا معنیٰ ہے دوام ذکر، رکوع مظہر عجز وانکسار، سجود گویا معرفت ہے، تشہد سکون قلب سے عبارت ہے اور سلام تفرید یعنی ترک دنیا اور تمام علائق دنیا سے خلاصی کا مفہوم رکھتا ہے۔([62])

باب زکاۃ میں اہلِ شریعت کے ہاں صاحب نصاب کے مال پر سال گزرنے کے بعد زکاۃ دینا محمود ہے اور اہلِ طریقت کے نزدیک اتنا مال جمع کرنا ہی معیوب ہے کہ اُس پر زکاۃ فرض ہو کیونکہ نبی کریم ﷺ نے بھی کبھی اتنا مال جمع نہیں فرمایا کہ جس پر زکاۃ فرض ہو اور بقول ابو بکر شبلیؒ سارا مال خرچ کر دینا اور کچھ بھی بچا کر نہ رکھنا اس میں اہلِ طریقت کے امام جناب سیدنا صدیق اکبرؓ ہیں۔([63])

روزہ کا ظاہر یہ ہے کہ سحری سے غروب آفتاب تک کھانے، پینے اور مباشرت سے اپنے آپ کو روکنا جبکہ طریقت میں ان پابندیوں کے علاوہ اپنے حواس پر قابو پانا۔ تمام اعضاء کا روزہ رکھنے میں شریک ہونا اور ہر قسم کی ممنوعات سے اپنے اعضاء کو بچا کے رکھنا روزہ ہے۔ حضرت گنج بخش علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ مجھے خواب میں نبی کریم ﷺ نے فرمایا: "احبس حواسک" اور لکھتے ہیں کہ حواس کو قبضے میں رکھنا تمام مجاہدات کی اصل ہے۔([64]) اہل طریقت کہتے ہیں روزہ دار کو چاہیے کہ تمام حواس کو شریعت کے احکام کا پابند بنائے۔

---

[62]۔ ایضاً، ص: ۳۲۹

[63]۔ ایضاً، ص: ۳۴۶

[64]۔ ایضاً، ص: ۳۵۴

وہ کہتے ہیں کہ صرف کھانے، پینے سے بچنا بچوں اور عورتوں کا کام ہے۔ اصل روزہ یہ ہے کہ عزتِ نفس، لہو گوئی اور غیبت کو ترک کیا جائے۔ (65)

دیگر عبادات کی طرح حج کے بھی ظاہری آداب کے ساتھ ساتھ باطنی آداب و شرائط ہیں۔

اہل طریقت حج کے شرعی اور ظاہری آداب کے ساتھ اضافی امور کا بھی خیال رکھتے ہیں اور ان آداب شرعیہ کو بھی مجاہدانہ انداز میں ادا کرنے کی کوشش کرتے ہیں اور بقدر امکان رضاء الٰہی کے مطابق ادائیگی حج میں سعی کرتے ہیں۔ حضرت گنج بخشؒ لکھتے ہیں:

"جو شخص حج میں مقام خلت کو پانا چاہتا ہے اُسے چاہیے کہ وہ اپنی مرغوبات، لذات نفس، تصور غیر کو ترک کرنے کے ساتھ ساتھ مقامِ عرفات میں معرفت حق میں قیام کرے، مزدلفہ مقام الفت تصور کرے۔ طواف کعبہ میں تنزیہہ کے مقام کی طرف رجوع کرے۔ منیٰ میں خیالات فاسدہ کے کنکر پھینک کر نفس کو قربان گاہ میں ذبح کرے۔" (66)

خلاصۃ البحث:

حضرت علی ہجویری علیہ الرحمہ کا نظریہ یہ ہے کہ شریعت اور طریقت ایک دوسرے کے لیے لازم وملزوم ہیں جن کے درمیان تلازم کی نسبت ہے اور ان کا باہم رشتہ تابع و متبوع کا ہے، شریعت متبوع اور طریقت اس کے تابع ہے۔ طریقت شریعت کی خادم ہے اور شریعت مخدوم ہے۔

کشف المحجوب کی ابحاث اس بات کی بین دلیل ہیں کہ طریقت کو جن عناوین کے تحت زیر تحریر لاگیا ہے وہ سب آیات قرآنی اور احادیث نبویہ سے مزین و آراستہ ہیں، کتاب موصوف میں ان تمام نظریات کا جگہ جگہ رد کیا گیا ہے جو شریعت سے متصادم ہیں اور ایسے صوفیہ کی جعلی وبناوٹی صوفیہ سے

---

[65] ۔ ایضاً، ص:۳۵۵

[66] ۔ ایضاً، ص:۳۶۰۔۳۶۱

تعبیر کر کے اس بات کی وضاحت کی گئی ہے کہ طریقت کسی صورت بھی شریعت سے متصادم تو کجا بے نیاز بھی نہیں ہو سکتی۔

حضرت سید ہجویر علیہ الرحمہ نے ایسے علماء ظاہر کو جو علم و عمل دونوں سے متصف اور مزین تھے ترجیحا اور قرآن و سنت میں ان کے رسوخ اور خدمات کو مصرح فرما کر اس بات کو بیان کیا ہے کہ ان دو حقائق کا امتزاج واجتماع ہی طریقت کی اصل ہے۔

کشف المحجوب میں نماز، روزہ، حج او زکاۃ کے ظاہری احکام کے ساتھ باطنی مقتضیات کا ذکر اس بات کی بین دلیل ہے کہ حضرت ہجویری علیہ الرحمہ ظاہر و باطن اور شریعت وطریقت کے باہم اجتماع کو دونوں کی تکمیل کا ذریعہ لازمہ یقین کرتے ہیں۔